2022年4月28日ジャング紙ラホール版6面

جامعہ کراچی خودکش حملہ

28 اپریل ، 2022

کراچی یونیورسٹی کیمپس کے اندر منگل کی سہ پہر کیا جانے والا خود کش حملہ کئی ایسے مضمرات کا حامل ہے جن پر پوری سنجیدگی سے غور کر کے ان کا تدارک کیا جانا ہماری قومی سلامتی اور ہموار ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔ تفصیلات کے مطابق یونیورسٹی کیمپس میں ایک خاتون خود کش حملہ آور نے کنفیوشس انسٹی ٹیوٹ کے فیکلٹی ممبران کو لے جانے والی گاڑی کو نشانہ بنایا جس میں تین چینی شہری اور ان کا مقامی ڈرائیور ہلاک ہوگیا۔ حملے کی ذمہ داری بلوچ لبریشن آرمی کے مجید بریگیڈ نے قبول کرلی۔ حملے کا ہدف ایک 16 نشستوں والی وین تھی، جس کے ساتھ رینجرز کے سیکیورٹی اہلکار بھی تھے۔ کراچی پولیس کے سربراہ کے مطابق خود کش حملہ آور کا تعلق تربت سے تھا اور وہ کراچی یونیورسٹی میں ایم فل کی طالبہ تھی۔ پاکستان اسٹاک ایکسچینج پر جون 2020 کے حملے کے بعد کالعدم بی ایل اے کے مجید بریگیڈ کا یہ دوسرا بڑا حملہ تھا۔ اس سے قبل نومبر 2018 میں بھی کراچی کے علاقے کلفٹن میں چینی قونصلیٹ پر حملہ ہوا تھا۔ وزیر اعظم پاکستان نے ذمے داروں کو پھانسی کے پھندے تک پہنچانے کی یقین دہانی کرائی ہے اور وزیر اعلیٰ سندھ سمیت پوری سیاسی قیادت اور ممتاز شخصیات نے اس واقعے کی شدید مذمت کی ہے جبکہ چینی سفارت خانے کی جانب سے اپنے شہریوں کو محتاط رہنے کی ہدایت کے ساتھ توقع ظاہر کی گئی ہے کہ حکومت پاکستان چینی شہریوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کیلئے زیادہ مؤثر اقدامات کرے گی۔ بلاشبہ اس سمت میں تیز رفتار اقدامات چین کی حکومت اور عوام کیلئے باعث اطمینان ہوں گے اور باہمی تعلقات کو متاثر نہیں ہونے دیں گے۔ کراچی یونیورسٹی خود کش حملے کے حوالے سے سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کا اصل ہدف چینی اساتذہ تھے اور اس کارروائی کیلئے ایسے وقت کا انتخاب کیا گیا جب پاکستان میں قائم ہونے والی نئی حکومت کے سربراہ میاں شہباز شریف جلد ہی چین کے دورے پر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور توقع ہے کہ اس دورے میں چینی قیادت سے سی پیک منصوبے پر از سر نو کام کی رفتار بڑھانے اور پچھلی حکومت کے چار برسوں میں واقع ہونے والی معاشی ابتری کے ازالے کی حکمت عملی اور اس میں چین سے تعاون کے حصول پر نتیجہ خیز بات ہوگی۔ لہٰذا واضح طور پر نظر آتا ہے کہ اس کارروائی کا مقصد پاکستان میں حکومت کی تبدیلی کے بعد پاک چین تعلقات میں از سر نو گرم جوشی اور قربت کے امکانات کو کمزور کرنا ہے۔ یہ بات بھی بہت قابل غور ہے کہ یہ خونی کارروائی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ بلوچ طالبہ نے اپنی جان داؤ پر لگا کر انجام دی۔ کسی بھی مقصد کے لیے جان کی بازی لگا دینا اسی وقت ممکن ہے جب انسان کو اپنے حق پر ہونے کا مکمل یقین ہو۔ سوال یہ ہے کہ پڑھے لکھے بلوچ نوجوانوں میں یہ سوچ کیوں پروان چڑھ رہی ہے۔ صورت حال کا سنجیدہ اور غیر جانبدارانہ تجزیہ اسی نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ بلوچستان کی جو حق تلفیاں ہماری پوری قومی تاریخ میں جاری رہی ہیں، ان پر احتجاج کرنے والوں کی آواز دبانے کیلئے جو طریقے استعمال کیے گئے ہیں اور ان کے نتیجے میں ہزاروں لاپتہ افراد کا جو المیہ وقوع پذیر ہوا ہے، بلوچ طالبہ کا یہ خود کش حملہ اسی کا نتیجہ ہے۔ کسی بہن کے بھائی اور کسی ماں کے بیٹے کو قطعی غیر قانونی طور پر لاپتہ کر دینے کا مطلب اس پورے خاندان کو زندہ درگور کر دینا ہے جس کے بعد ان لوگوں میں ملک

سے بغاوت کے جذبے کا جنم لینا کسی کیلئے باعث حیرت نہیں ہونا چاہیے۔ بلوچستان کی سیاسی قیادت موجودہ حکومت میں اسی شرط پر شامل ہوئی ہے کہ لاپتہ افراد کا مسئلہ حل کرایا اور بلوچستان کی تمام حق تلفیوں کا ازالہ کیا جائے گا۔ اس سمت میں پائیدار اور نتیجہ خیز پیش رفت ہی حالات کو مستقل بنیادوں پر بہتر بنانے اور بیرونی طاقتوں کیلئے ہمارے قومی وجود میں نقب لگانے کے راستے مسدود کر سکتی ہے۔